نظریۂ تقادم اور اسلامی شریعت

ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

پاکستان میں ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیؐ میں یہ شعور و ادراک متاعِ گم گشتہ کی تلاش کا ایک شوقِ فراواں بن کر ابھرا، اور اس شوق کے مظاہر افقِ وطن پر طلوع بھی ہوئے، چنانچہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ کو اسلامی حدود کے نفاذ کا اعلان ہوا۔ اور بالآخر مقدماتِ حدود کی سماعت کے لیے وفاقی شرعی عدالت منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

نظریۂ تقادم کیا ہے مقدماتِ حدود کی سماعت کے دوران مؤقر عدالت میں یہ مسئلہ بھی زیرِ غور آیا کہ اگر ان مقدمات میں شہادت نامناسب تاخیر کے ساتھ عدالت کے سامنے لائی جائے تو کیا یہ ایسا شبہ نہیں بن جاتی جو حد کے اسقاط میں مفید ہو۔ فقہ اسلامی میں اس صورتِ حال کو "تقادم" "تاخیرِ شہادت" "اثباتِ حق میں تاخیر" اور "جرم کے ثبوت کی فراہمی میں تاخیر" کے عنوانات کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ لیکن ایک قانونی اصطلاح کے طور پر "تقادم" ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس لیے ہم بھی اس تحریر میں آگے تمام مقامات پر تقادم کا ہی لفظ استعمال کریں گے۔

انگریز کی غلامی کا داغ ہماری پیشانیوں پر تاہنوز باقی ہے۔ ہمارے ملک میں ۱۹۰۸ء کے قانونِ میعاد (LIMITATION ACT) بھی موجود ہے۔ اور آج تک نافذ العمل بھی ہے۔ مگر میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ قانون فقہ اسلامی کے نظریۂ تقادم کی نسبت انتہائی محدود ہے اور فقہ اسلامی کا نظریۂ تقادم اس قانون سے زیادہ جامع زیادہ مکمل

اور زیادہ عملی افادیت کا حامل ہے۔ سب سے بڑا فرق اُس تصوّر کا ہے جو ان دونوں میں کارفرما ہے۔ "قانون میعاد" ایک حاکم قوم کا قانون ہے، جو اُس نے اپنی غلام اور محکوم قوم کے حق حصولِ انصاف پر تحدیدات (LIMITATIONS) عائد کرنے کے لیے بنایا تھا تاکہ غلام قوم کے افراد حاکم قوم کے منصفین کے پاس اپنے غیر ضروری اور زائد المیعاد معاملات لے جا کر معزز منصفین کا وقت ضائع نہ کریں۔

جب کہ فقہ اسلامی کے نظریۂ تقادم میں یہ جذبہ کہیں نظر نہیں آتا کہ مسلمان رعایا بلا وجہ اور غیر ضروری طور پر اسلامی عدالت کے فاضل قضاۃ کو تنگ نہ کریں، بلکہ اُس میں یہ روح کارفرما نظر آتی ہے کہ جس حد تک بشرطِ جواز ممکن ہو، اسلامی ریاست کے شہریوں کو سزا سے بچایا جائے، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس فرمان پر عمل کیا جائے کہ:۔

اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ بِالشُّبُهَاتِ (جہاں تک ممکن ہو شبہ کی صورت میں حد ساقط کر دو)۔

تقادم میں یہ جذبہ نظر آتا ہے کہ ہر ممکن طریقے پر اسلامی ریاست کی عدالتیں شہریوں کی جان و مال کا تحفظ کریں۔ اور اُن کے فیصلے شہریوں کے انفرادی اور اجتماعی مفادات میں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ نظریۂ تقادم جب چوری کے جرم میں جاری ہوتا ہے تو چور قطعِ ید (ہاتھ کٹنے) کی سزا سے بچ جاتا ہے۔ لیکن عدالت اس امر کی بھی پابند ہوتی ہے کہ اگر جرمِ سرقہ ثابت ہو جائے تو چور سے مسروقہ مال مسروق منہ (جس کا مال چوری ہوا ہے) کو دلوایا جائے۔ اس طرح نظریۂ تقادم نے ایک جانب چور کو ہاتھ کٹنے سے بچایا، دوسری جانب جس کا مال چوری ہوا تھا، اُس کو اُس کا مال واپس دلوایا اور تیسری جانب مسروق منہ کی لازمی نفسیاتی تشفی اور سارق کو جرمِ سرقہ سے آئندہ احتراز کرنے کے لیے اُس پر سزائے تعزیر عائد کی۔ اور بلاشبہ یہ تینوں پہلو اسلامی ریاست کے شہریوں کے مفاد میں ہیں۔

تقادم اور فقہی نقطہ ہائے نظر

فقہ اسلامی میں تقادم کے معنی یہ ہیں کہ:۔

۱۔ ارتکابِ جرم کے بعد آنے والی شہادت میں بلا ضرورت قابلِ لحاظ تاخیر ہو جائے اور

عدالت کے سامنے یہ شہادت یا بیّنہ تاخیر سے پیش کیا جائے[۱]

۲ــ عدالت میں ایک جرم ثابت ہو جانے اور اس کا فیصلہ ہو جانے کے بعد نفاذ سزا میں قابلِ لحاظ تاخیر ہو جائے۔

قصاص و دیت کے مقدمات میں تقادم نہیں ہے، کیونکہ قصاص حق العبد ہے، اور حقوق العباد مدت کے گذرنے سے ساقط نہیں ہوتے۔ البتہ جرائم حدود میں سے تین حدود حدِ زنا، حدِ سرقہ اور حدِ خمر ــ میں تقادم کو تسلیم کیا گیا ہے[۲]۔

تقادم کے مسئلہ میں خاصا فقہی اختلاف ہے۔ یعنی حدود ثلاثہ (زنا، سرقہ، شرب) میں فقہائے احناف کے نزدیک تقادم حد کو ساقط کر دینے والا شبہ ہے۔ جب کہ فقہائے ثلاثہ کے نزدیک حدود میں تقادم شرط نہیں ہے۔ البتہ تعزیرات میں تمام فقہاء کے نزدیک شرط ہے۔

اس فقہی اختلاف کی توضیح علامہ ابن الہمام نے چار اقوال کی صورت میں کی ہے اور فقیہہ عصر ابو زہرہ نے بھی ان آراء کو بیان کیا ہے۔

پہلی رائے | تقادم کا اصول تمام حدود میں جاری ہوگا، یعنی اگر کسی جرم حد کے ارتکاب کے بعد اس کی شہادت کے عدالت کے سامنے پیش ہونے میں مقررہ مدت گزر جائے، در آنحالیکہ اس مدت میں مشاہد کے لیے شہادت دینا ممکن ہو تو یہ شہادت قابلِ رد ہوگی۔ جب کہ امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے یہ ہے کہ شہادت رد ہو جائے گی لیکن اقرار (اعتراف) ماسوائے حدِ شرب کے قبول ہوگا۔ یعنی حدِ شرب میں اعتراف کی صورت میں بھی تقادم ہے جو کہ منہ سے بُو چلے جانے کی مدت ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ منہ سے شراب کی بُو ختم ہو جانے

۱ــ ڈاکٹر عبدالعزیز، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۰، مصر۔

ــ ابو زہرہ، الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۵۲۵، مصر۔

ــ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی جلد ۱، ص ۷۷۸، مصر۔

۲ــ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد ۷، ص ۴۶، مصر

کے بعد اگر کوئی شخص عدالت کے سامنے یہ اعتراف کرے کہ اس نے فلاں وقت شراب پی تھی تو اس پر حدِ شرب جاری نہیں ہو گی، البتہ وہ مستحق تعزیر متصوّر ہو سکتا ہے۔

دوسری رائے (مقدماتِ حدود میں) شہادت (بصورت تقادم) رد ہو جائے گی اور اقرار بہرصورت قابلِ قبول ہو گا۔ یہاں تک کہ حدِ شرب میں بھی قابلِ قبول ہو گا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے۔ کیونکہ اقرار میں تاخیر سے شبہ پیدا نہیں ہوتا، اس لیے کہ کوئی شخص اپنی ذات کا دشمن نہیں ہوتا۔ اس لیے اقرار میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے اس کی قوتِ اثباتِ جرم کم نہیں ہوتی، کیونکہ اقرار میں تاخیر کسی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے مقرّ کو تردد ہو کہ میں اقرار کروں یا نہ کروں، لیکن بعد میں وہ خدا ترسی کی بنا پر اقرار کا فیصلہ کر لے۔

تیسری رائے شہادت میں تاخیر (تقادم) ہو یا اعتراف (اقرار) میں کسی بھی صورت میں یہ تاخیر مانعِ حد نہیں ہے، اس لیے یہ تاخیر شبہ پیدا نہیں کرتی، کیونکہ قولِ حق میں تاخیر اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں بنتی۔ یعنی شہادت یا اقرار میں تاخیر اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ شہادت یا اقرار باطل ہے اور بایں صورت یہ تاخیر ایسا شبہ نہیں بنتی جس سے حد ساقط ہو جائے۔ یہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی رائے ہے۔

چوتھی رائے شہادت یا اقرار کی تاخیر تمام جرائم سرقہ، زنا اور شراب کے اثبات میں شبہ پیدا کرتی ہے۔[1]

خلاصہ ہم ان چاروں اقوال و آرا کو تلخیص کے ساتھ حسبِ ذیل دو نظریات کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں۔

پہلے نظریہ کی اساس امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی رائے پر قائم ہے کہ سزائے حد کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، خواہ شہادت عدالت کے سامنے پیش

---

[1] — امام ابن الہمام، فتح القدیر جلد ۴، ص ۱۶۴، مصر۔
— ابوزہرہ، الجریمۃ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۵، مصر۔

کیے جانے میں کتنی ہی تاخیر ہو جائے اور سزا جاری نہ ہو، نیز یہ کہ عدالتی کارروائی کے آغاز میں خواہ کتنی ہی تاخیر ہو جائے، جرم ساقط نہیں ہوتا۔

البتہ اگر ملکی مصالح اور مصالح عامہ اس امر کی مقتضی ہوں کہ تقادم کو تعزیرات اور جرائم تعزیرات کے ساقط کر دینے والا شبہ قرار دے دیا جائے تو عدالتوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ تعزیرات کی حد تک تقادم کو مانعِ سزا یا مانعِ (اثباتِ جرم) قرار دے سکتی ہیں۔

بہرحال اس امر کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے کہ تقادم شہادتِ جرم کے اثبات پہ اثر انداز ہوتا ہے یا یہ کہ یہ تاخیر حد کو ساقط کر دینے والا شبہ بن جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے (ماسوا اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے) اس لیے کہ حدود حق اللہ ہیں۔ اور اولوالامر یا عدالت یا مدعی علیہ کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ اس سزا کو ساقط کر دے یا جرم کو ساقط کر دے [1]

دوسرے نظریہ کی بنیاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے اصحاب کی اس رائے پر قائم ہے کہ تقادم یا تاخیرِ شہادت قصاص و دیت اور قذف کے جرائم کے اثبات پر اور ان جرائم کی سزاؤں کے اجرا پہ اثر انداز نہیں ہے۔

جب کہ حدودِ ثلاثہ ـــــ زنا، سرقہ، شربِ خمر کے اثبات میں اور تمام تعزیرات میں تقادم اثر انداز ہوتا ہے۔

حقوق العباد میں تقادم مانع نہیں ہے۔ اس لیے حدِ قذف میں تقادم اثر انداز نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں حق العبد (یعنی جس شخص کی ذات پر قذف سے عار آیا ہے اس عار کو دُور کرنا) موجود ہے اور نیز اس لیے کہ قذف میں (مقدمہ کی سماعت اور اجرائے حد کے لیے مدعی کی جانب سے) دعویٰ شرط ہے۔ اس لیے تاخیرِ شہادت انعدامِ دعویٰ متصور ہوگی۔

فقہائے احناف سے امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس رائے کے قائل نہیں ہیں بلکہ وہ

---

[1] ـــ عبدالقادر عودہ: التشریع الجنائی الاسلامی جلد ۱، ص ۷۷۸، مصر۔

ائمہ ثلاثہ کے ہم نوا ہیں۔[1]

نظریۂ تقادم کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ کی رائے کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جرم حد (بینہ) کی ایک شرط عدم تقادم ہے اور یہ عدم تقادم حدود ثلاثہ — حد زنا، حد سرقہ اور حد شرب خمر — میں مشروط ہے جبکہ حد قذف شرط نہیں ہے۔

حدود ثلاثہ اور قذف میں فرق

حدود ثلاثہ اور قذف میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ شاہد (گواہ) جب مشاہدہ جرم کرتا ہے تو اس کے سامنے از روئے شریعت دو راستے ہوتے ہیں:۔ یا تو خالصتاً للہ فوری طور پر گواہی دے کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ "وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ" (اور قائم کرو شہادت کو اللہ کے لیے)۔ یا اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرلے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ: "مَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ"[2] (جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کی اللہ روز قیامت اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا)

(باقی)

---

[1] — عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی جلد ۱، ص ۷۷۸، مصر۔
— اللباب للمیدانی، جلد ۳، ص ۵۸۔
— حاشیۃ ابن عابدین، جلد ۳، ص ۱۴۲، ۱۴۳۔
— الکاسانی بدائع الصنائع، جلد ۷، ص ۴۶، ۴۷۔
— عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ۔

[2] — ابو زہرہ: الجریمہ والعقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۶۔